(قسط ۱)

پروفیسر محمد یونس میو *

فقہ اسلامی کے ماخذ اور ان کے قرآنی دلائل

اسلامی قانون سازی کا پہلا ماخذ قرآن کریم ہے اور اس میں مذاہب اسلامی کے تمام ائمہ سنی اور شیعہ متفق ہیں [۱]۔ علامہ محمد اقبال قرآن کے اولین ماخذ ہونے کے بارے میں لکھتے ہیں ''اسلامی قانون کا اولین ماخذ قرآن ہے اور اس میں کوئی شک نہیں کہ قرآن پاک میں قانونی نوعیت کے کچھ اصول اور قواعد وضوابط موجود ہیں'' [۲]۔ قانون سازی کے یہی اصول تھے جو فقہائے متقدمین کے پیش نظر تھے اور جن سے فائدہ اٹھاتے ہوئے انہوں نے متعدد نظامات قانون قائم کئے [۳]۔ قرآن میں دو قسم کے احکام ہیں اول وہ جن کا مقصد اقامتِ دین ہے یہ احکام عقائد وعبادات پر مشتمل ہیں دوسرے وہ احکام جو نظام حکومت اور نظم ملت سے متعلق ہیں۔ فقہ اسلامی کے ماخذ بھی دو طرح کے ہیں۔ نقلی اور عقلی۔ نقلی ماخذ میں قرآن کے علاوہ سنت، اجماع، قیاسات (فتاویٰ) اور سابقہ شریعتیں شامل ہیں۔ جبکہ عقلی ماخذ میں قیاس، مصالح مرسلہ، رسم ورواج عرف اور استصحاب وغیرہ زیر بحث آتے ہیں۔ عام کتب اصول فقہ میں بالعموم قرآن حکیم، سنت نبویؐ، اجماع، قیاس کا ذکر ہوتا ہے [۴]۔ استحسان، استدلال، استصلاح، تعامل، عرف وعادات، شرائع من قبلنا اور ملکی قوانین کا تذکرہ نہیں ہوتا۔ ذیل میں ان تمام ماخذ فقہ کا زیر بحث لائے جائیں گا۔ نیز ان کے قرآنی دلائل بھی مرتب کئے جاتے ہیں۔

احادیث نبویؐ:

تاریخ علمِ اصول حدیث میں عام طور پر ''حدیث'' اور ''سنت'' کی اصطلاحات قائم کی گئی ہیں۔ اکثر علما نے ان میں فرق واضح کیا ہے۔ مثلاً شاہ محمد جعفر ندوی لکھتے ہیں کہ حدیث اور سنت دو الگ الگ چیزیں ہیں۔ احادیث تو وہ روایات ہیں جو کتابوں میں پھیلی ہوتی ہیں اور سنت وہ طریقہ زندگی ہے جو ان روایات سے معلوم اور مستنبط ہوتا ہے۔ یعنی سنت وہ روح ہے جو ان روایات میں قدر مشترک کی طرح جاری وساری ہے [۵]۔ ڈاکٹر صبحی صالح رقمطراز ہیں کہ لفظ سنت اپنی اصل کے پیش نظر لفظ حدیث کے مترادف وساری نہیں ہے [۶]۔ اس بحث میں جو بیان عام طور پر ملتا ہے وہ یہ ہے کہ حضورؐ کی تعلیمات (قولی، فعلی اور تقریری) معرض بیان میں ہوں تو حدیث ہے اور معرض عمل میں ہوں تو سنت

---

* اسسٹنٹ پروفیسر۔ گورنمنٹ کالج آف کامرس ڈسکہ

کہلاتی ہے (۷)۔ مولانا مودودی (۸) نے سنت کا لفظ اور مولانا فہیم عثمانی نے حدیث کے لفظ کو زیر بحث رکھا ہے (۹)۔ اس ساری بحث سے یہ سوال ذہن میں ابھرتا ہے کہ قانون سازی میں حدیث کو بنیاد بنایا جائے یا سنت کو؟ ڈاکٹر حمید اللہ صاحب نے اپنے خطبات بہاولپور میں لفظ حدیث اور لفظ سنت کو مترادف الفاظ کہا ہے۔ وجہ اس کی یہ معلوم ہوتی ہے کہ صحابہؓ کی نقل کردہ روایات میں آپ کا قول بھی ہوتا ہے اور رسول اللہ ﷺ کا عمل بھی، اسی طرح سنت سے مراد قول بھی ہے اور عمل بھی (۱۰)۔

حدیث کی ایک تیسری قسم "تقریری" ہے یعنی وہ امور جن کو حضورؐ نے برقرار رکھا اپنے کسی صحابیؓ کو کوئی کام کرتے دیکھا اور اس سے منع نہ کیا یا خاموش رہے تو گویا اپنی خاموشی سے آپ نے اس عمل کو برقرار رکھا۔ ڈاکٹر محمد حمید اللہ صاحب نے قانون سازی کے ذیل میں ایک جملہ لکھا ہے جو ہمارے مطلب کی چیز ہے۔ موصوف فرماتے ہیں کہ "آپ کے سکوت سے بھی اسلامی قانون بن جاتا ہے (۱۱)"۔ یہاں اس اقتباس سے راقم کی مراد یہ ہے کہ ڈاکٹر صاحب کے نزدیک حدیث کو قانون سازی میں وہ مقام اور حقیقت حاصل ہے جو سنت کو اور یہی حقیقت بھی ہے کیونکہ آپ نے حدیث اور سنت کو مترادف اصطلاحات کے طور پر لیا ہے۔ سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ نے بھی سنت کے حوالہ سے یہی رقم فرمایا ہے۔ "اسلامی حکومت کے گورنروں، قاضیوں اور دوسرے حکام کو معاملات کے فیصلے کرنے میں قرآن کے بعد جس دوسرے "ماخذِ قانون کی طرف رجوع کرنا ہوتا تھا وہ سنتِ رسول ہی تھی (۱۲)"۔ قرآن میں جس قدر دلائل اس امر کے بارے میں موجود ہیں دیگر ماخذ کے بارے میں نہیں ہیں۔ جس سے یہ بات متحقق ہوتی ہے کہ حدیث اور سنت فقہ اسلامی کے مستقل ماخذ ہیں۔ لیکن اس کا مطلب یہ بھی نہیں ہے کہ آنکھیں بند کر کے تمام احادیث کو قبول کر لئے جائیں یا بغیر سوچے سمجھے تمام احادیث کو رد کر دیئے جائیں اس میں علامہ محمد اقبال لکھتے ہیں۔

علامہ اقبال کا نقطہ نظر: "اسلامی قانون کا دوسرا بنیادی ماخذ احادیث رسولؐ ہیں جو ماضی اور حال ہر زمانے میں بڑی بڑی شدید بحثوں کا موضوع رہیں۔ عہد حاضر کے ناقدین میں پروفیسر گولڈ تسیہر نے ان قوانین کی رو سے جن کا تعلق تاریخی تنقید سے ہے احادیث کے بارے میں بڑے تفحص سے کام لیا ہے اور اس کا کہنا ہے کہ بحیثیت مجموعی ہمیں ان کو ناقابلِ اعتبار کرانا چاہیے۔" (۱۳)

علامہ اقبال نے حجیت حدیث، صحت و نقد، وحی متلو اور غیر متلو اور حقیقت نص حدیث کے بارے میں سید سلمان ندوی سے خط و کتابت کی تھی جس کا تفصیلی ذکر ڈاکٹر خالد مسعود نے اپنے مقالہ "اقبال کا تصور اجتہاد" میں کیا ہے (۱۴)۔ غالباً اس بنیاد پر علامہ نے اپنے خطبات میں کچھ اشارے کئے ہیں۔ ایک جگہ لکھا ہے:

"جہاں تک مسئلہ اجتہاد کا تعلق ہے ہمیں چاہیے ان احادیث کو جن کی حیثیت سرتاسر قانونی ہے، ان احادیث سے الگ رکھیں جن کا قانون سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ پھر اول الذکر کی بحث میں بھی ایک بڑا اہم سوال یہ ہوگا کہ......

امام ابوحنیفہ [۱۵] نے جو اسلام کی عالمگیر نوعیت سے خوب واقف تھے احادیث سے اعتناء نہیں کیا۔" [۱۶]

اس جیسے اقتباسات سے بعض حضرات کو یہ بدگمانی ہوئی کہ اقبال حدیث کے بارے میں سنجیدہ نہیں تھے۔ ان حضرات کا ذکر کئے بغیر صرف یہ عرض کرنا ہے کہ اقبال اہل قرآن بھی تھے اور اہل حدیث بھی اور اہل سنت بھی۔ آپ احادیث کے بارے میں بہت متوازن رائے رکھتے تھے۔ پروفیسر محمد منور لکھتے ہیں:

"میں سمجھتا ہوں کہ حدیث کے بارے میں بھی علامہ اقبال کی اعتدالی فطرت وخصلت بخوبی نمایاں ہے۔ نہ تائید میں غلو نہ تردید میں، نہ سارا مجموعہ احادیث قابل قبول اور نہ سرے سے حدیث کی ایک مفید ماخذ فقہ ہونے سے انکار اور یہ پھر بھی کہئے، حضرت علامہ تو ماضی کے ثمر اور شمرے کو نگاہ میں رکھتے ہوئے آگے بڑھنا چاہتے تھے [۱۷]۔

قرآنی دلائل: انبیاء کرام فقط اسی کام پر مامور نہیں ہوتے کہ وہ اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچادیں اور بس بلکہ ان کے ذمے یہ بھی ہوتا ہے کہ وہ کتاب اللہ کی تشریح وتفسیر کریں اس کے عملی اطلاق کے طریقے بتائیں۔ ان کا فریضہ منصبی اللہ تعالیٰ کی کتاب کے صرف الفاظ پڑھ دینے پر مکمل نہیں ہوتا بلکہ یہ بھی ان کے فرائض میں شامل ہے کہ وہ اس کی تعلیم بھی دیں اور اسکی تعلیمات کے مطابق زندگی بسر کرنے کے لئے لوگوں کی تربیت بھی کریں۔ قرآن کریم نے اس بات کی وضاحت سے اعلان فرمادیا ہے۔ لقد من اللہ علی المومنین اذ بعث فیھم رسولاً من انفسھم یتلوا علیھم ایاتہ ویزکیھم ویعلمھم الکتاب والحکمۃ [۱۸]۔

یہی وہ مقاصد ہیں جن کا رسول اللہ ﷺ کو سونپے جانے کی دعا سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے فرمائی تھی قرآن کریم میں یہ دعا بھی مذکور ہے۔

۲۔ ربنا وابعث فیھم رسولاً منھم یتلوا علیھم آیاتک ویعلمھم الکتاب والحکمۃ ویزکیھم

قرآن کریم کی اس آیت سے حضورؐ کی ذات اقدس کے چار وظائف معلوم ہوتے ہیں جن میں ایک یہ کہ "کتاب اللہ کی تشریح کے بارے میں آپؐ کی بات حرف آخر ہے [۲۰]۔ آپ کی اطاعت کے بارے میں قرآن کریم میں بے شمار آیات موجود ہیں۔

۳۔ قل اطیعوا اللہ والرسول فان تولوا فان اللہ لا یحب الکافرین [۲۱]۔

ایک اور جگہ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کا کہنا خوشی سے اختیار کرو تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔

۴۔ واطیعوا اللہ والرسول لعلکم ترحمون [۲۲]۔

یہی بات قدرے وضاحت کے ساتھ اس آیت میں موجود ہے۔

۵۔ یاایھا الذین امنوا اطیعوا اللہ والرسول واولی الامر منکم فان تنازعتم

فی شئی فردوہ الی اللہ والرسول ان کنتم تومنون باللہ والیوم الاخر (۲۳)

سورۃ نساء میں ایمان والوں کی ایک صفت یہ بیان کی گئی ہے کہ یہ اپنے باہمی تنازعات میں آپ ﷺ کا فیصلہ تسلیم کرتے ہیں اور پھر اس کے بارے میں اپنے دلوں میں کوئی تنگی محسوس نہیں کرتے۔

۶۔ فلا وربک لا یومنون حتی یحکموک فی ماشجر بینھم ثم لا یجدوا فی انفسھم حرجاً مما قضیت ویسلموا تسلیما (۲۴)

اسی طرح کا ایک سورۃ الاحزاب میں وارد ہوا ہے کہ جب کسی معاملے کو اللہ اور اس کا رسول ﷺ طے کر دیں تو بعد ازاں اس پر اپنی رائے کا اظہار کریں۔

۷۔ وما کان لمومن ولا مومنۃ اذا قضی اللہ ورسولہ امرا ان یکون لھم الخیرۃ من امرھم ومن یعص اللہ ورسولہ فقد ضل ضلالا مبینا (۲۵)

سنت نبوی کے بارے میں ایک نہایت معروف آیت ملاحظہ ہو:

۸ لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ (۲۶)

اسی طرح ایک اور معروف آیت ہے:

۹۔ وما اتاکم الرسول فخذوہ وما نھکم عنہ فانتھوا (۲۷)

اس آیت میں دو باتیں لائق توجہ ہیں اول یہ کہ اس میں "ما" فرمایا گیا ہے جو عام ہونے کے اعتبار سے ہر اس چیز کو شامل ہے جو رسول اللہ ﷺ نے ہم کو دیں۔ خواہ وہ قرآن مجید ہو یا ارشادات نبویؐ ہمارا فرض ہے نہ اس کو قبول کرلیں (۲۸)۔ اتباع سنت نبوی کے ذیل میں یہ آیت بھی آپ کی توجہ کے قابل ہے۔

۱۰۔ قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ (۲۹)۔

یہ نمونے کی چند آیات ہیں جن پر اکتفا کیا جاتا ہے۔ قرآن میں ایسی متعدد آیات ہیں جن میں رسول اللہ کی اطاعت و اتباع کی صورت میں انعام واکرام اور نافرمانی کے جرم میں سزا و عقوبت کے تذکرہ کے ساتھ وعید موجود ہیں۔

اجماع: اجماع کے معنی میں "کسی معاملہ پر امت مسلمہ کا متفق ہو جانا" (۳۰) صاحب فیروز اللغات نے لکھا ہے:

"جمع کرنا، اکٹھا کرنا، اتفاق رائے (فقہ) مسلمان مجتہدین کا کسی امر شرعی پر متفق ہو جانا" (۳۱)۔

ڈاکٹر صبحی محمصانی نے بھی اجماع کے یہی معانی بیان کئے ہیں (۳۲)۔

جمہور فقہاء کے نزدیک کتاب وسنت کے بعد اسلامی قانون کا تیسرا ماخذ اجماع شمار ہوتا ہے اور جن مسائل کے متعلق قرآن وسنت میں یا تو سرے سے کوئی حکم موجود نہ ہو یا ہو تو صریح حکم نہ ہو، ایسے مسائل میں تغیرات زمانہ اور فقہائے مجتہدین کی آراء کے زیر اثر اجماع اسلامی قانون سازی کا ذریعہ بن جاتا ہے (۳۳)۔ علامہ اقبال اجماع کو تیسرا ماخذ

بتاتے ہیں اور قرآن کے بعد اسی کو زیادہ اہمیت دیتے ہیں۔" فقہ اسلامی کا تیسرا ماخذ اجماع ہے اور میرے نزدیک اسلام کے قانونی تصورات میں سب سے زیادہ اہم ہے[۳۴]۔

قرآنی دلائل: فقہانے اجماع کو شرعی دلیل ثابت کرنے کیلئے یہ قرآن وسنت کے دلائل اور براہین عقلیہ سے استدلال کیا ہے جن میں سے چند ایک قرآنی آیات حسب ذیل ہیں۔

۱۔ ومن یشاقق الرسول من بعد ماتبین له الهدیٰ ویتبع غیر سبیل المومنین نوله ماتولیٰ و نصله جهنم وساءت مصیرا[۳۵]

"اس آیت میں دو چیزوں کو جرم عظیم اور دخول جہنم کا سبب ہونا بیان فرمایا ہے۔ ایک مخالفت رسول اور دوسرے جن کام پر سب مسلمان متفق ہوں اس کو چھوڑ کر ان کے خلاف کوئی راستہ اختیار کرنا' اس سے معلوم ہوا کہ اجماع امت حجت ہے۔ یعنی جس طرح قرآن وسنت کے بیان کردہ احکام پر عمل کرنا واجب ہوتا ہے اسی طرح امت کا اتفاق جس چیز پر ہو جائے اس پر بھی عمل کرنا واجب ہے[۳۶]۔

ڈاکٹر صبحی محمصانی نے اس آیت کے ذیل میں یہ جملہ لکھا ہے" اجماع میں مسلمانوں کا راستہ ہے اور واجب الاتباع ہے۔ چنانچہ ثابت ہوا کہ اجماع دلیل شرعی ہے[۳۷]۔ دلائل اجماع میں اس آیت کو ایک خاص مقام حاصل ہے۔ مفتی محمد شفیعؒ نے اس آیت کی تفسیر میں امام شافعی کا حوالہ دیا ہے کہ انہوں نے تین دن تک مسلسل قرآن کی تلاوت کرنے کے بعد اس آیت کی نشاندہی فرمائی[۳۸]۔

۲۔ یایها الذین امنوا اطیعو الله واطیعو الرسول واولی الامر منکم فان تنازعم فی شیئی فردوه الی الله والرسول[۳۹]۔

اس آیت میں "اولی الامر منکم" کے الفاظ قابل غور ہیں اگر اولی الامر منکم سے مراد علما وفقہا ہیں جیسا کہ معارف القرآن میں لکھا[۴۰] ہے تو اس آیت کو بھی اجماع کے باب میں ایک دلیل کے طور پر پیش کیا جاسکتا ہے۔ کیونکہ اجماع کی تعریف یہی ہے کہ کسی امر شرعی میں فقہاء متفق ہو جائیں۔ ڈاکٹر صبحی محمصانی نے اس کے ذیل میں لکھا ہے کہ" اس آیت سے ضمناً یہ بھی ثابت ہوا کہ اختلاف کی صورت میں اجماع امت دلیل شرعی کی حیثیت سے قابل قبول ہے۔

۲۔ امت محمدیہ کا خاص اعتدال: وکذلک جعلنکم امة وسطا لتکونوا شهداء علی الناس ویکون الرسول علیکم شهیدا[۴۱]۔

ڈاکٹر صبحی محمصانی نے اس آیت کو دلائل اجماع میں بیان کیا ہے[۴۲]۔ مفتی محمد شفیعؒ نے آیت مذکورہ بالا کی تفسیر میں قرطبی' مظہری' اور امام جصاص کے حوالہ سے لکھا ہے کہ یہ آیت اجماع امت کے حجت ہونے پر دلیل ہے۔ کیونکہ جب اس امت کو اللہ تعالیٰ نے شہداء قرار دے کر دوسری امتوں کے مقابلے میں ان کی بات کو حجت بنا دیا ہے' تو ثابت ہوا کہ اس

امت کا اجماع حجت ہے اور عمل اس پر واجب ہے' اسی طرح صحابہؓ کا اجماع تابعین پر اور تابعین کا اجماع تبع تابعین پر حجت ہے (۴۳)۔ اس کا مطلب یہ ہوا ہے کہ ہر زمانے کے مسلمانوں کا اجماع میسر ہے' اجماع کا حجت ہونا صرف قرن اولی یا کسی خاص زمانے تک مخصوص نہیں ہے کیونکہ آپ میں پوری امت کو خطاب کیا گیا ہے۔ اور امت محمدیہ صرف وہ نہ تھے جو اس زمانے میں موجود تھے بلکہ قیامت تک آنے والی نسلیں جو مسلمان ہیں وہ سب آپ کی امت ہیں تو ہر زمانے کے مسلمان شہداء اللہ ہو گئے' جن کا قول حجت ہے وہ سب کسی خطا اور غلط پر متفق نہیں ہو سکتے (۴۴)۔ آیت محولہ بالا سے ملتی جلتی ایک اور آیت ہے جسے اجماع کی دلیل کہا جا سکتا ہے۔

۴۔　کنتم خیر امة اخرجت للناس تامرون بالمعروف و تنهون عن المنکر (۴۵)۔ ڈاکٹر محمصانی نے "واعتصموا بحبل الله جمیعاً ولاتفرقوا" (۴۶)۔ کو بھی دلائل اجماع میں ذکر کیا ہے (۴۷)۔ مولانا مفتی محمد شفیع نے اللہ کی رسی سے مراد "قرآن مجید" بیان کیا ہے (۴۸)۔ پوری مسلم قوم کا اتحاد واتفاق صرف قرآن (دین اسلام) پر بھی ہو سکتا ہے۔ دوسری جگہ فرمایا: یایها الذین امنوا اتقوا الله و کونوا مع الصادقین (۴۹)۔

قیاس:　فقہ اسلامی کا چوتھا ماخذ قیاس ہے' یعنی قانون سازی میں مماثلتوں کی بناء پر استدلال سے کام لینا ہے (۵۰)۔ ڈاکٹر صبحی محمصانی قیاس کو اسلامی قانون کو چوتھی دلیل قرار دیتے ہوئے لکھتے ہیں۔

"جب فتوحات اسلامی دور دراز ملکوں تک پہنچیں مملکت اسلامی کا دائرہ بہت وسیع ہو گیا اور یہ سلسلہ صدیوں تک اسی طرح جاری رہا تو ایسے نئے نئے مسائل پیش آنے لگے جن کے متعلق نہ تو قرآن وسنت میں کوئی حکم موجود تھا اور نہ ان کے بارے میں اجماع امت تھا۔ چنانچہ ان کا حل تلاش کرنے کے لئے فقہاء عقل کو حکم بنانے اور رائے کو کام میں لانے پر مجبور ہوئے' لیکن وہ اس بارے میں بالکل آزاد تھے بلکہ وہ ان قواعد وضوابط کے پابند تھے جنہیں انہوں نے ایک نئے باب یعنی باب القیاس میں درج کیا اور اس کو اسلامی قانون کی چوتھی دلیل قرار دیا" (۵۱)۔

اس اقتباس سے معلوم ہوتا ہے کہ قیاس صرف اسی وقت عمل میں آئے گا جب کتاب وسنت اور اجماع سے کوئی رہنمائی حاصل نہ ہو' اس صورت میں قیاس اجتہاد ہی کا دوسرا نام ہے۔ علامہ محمد اقبال فرماتے ہیں۔

"اگر مذہب حنفی کے اس بنیادی اصول قانون' یعنی قیاس کو ٹھیک ٹھیک سمجھ کر کام میں لایا جائے تو جیسا کہ امام شافعیؒ کا ارشاد ہے وہ اجتہاد ہی کا دوسرا نام ہے" (۵۲)۔ قیاس اور اس کی حجت قرآن سے ثابت ہے۔

دلائل قرآنی:　سورۃ الحشر میں اللہ تعالیٰ نے بنو نضیر کی جلا وطنی کا حال بیان کرنے کے بعد فرمایا ہے

وقذف فی قلوبهم الرعب یخربون بیوتهم بایدیهم و ایدی المومنین فاعتبروا یااولی الابصار (۵۳)۔

عبرت حاصل کرنے کا مطلب یہ ہے کہ ان کے حال پر اپنے حال پر قیاس کرو اور ان کاموں سے بچو جن کی پاداش میں یہود کو سزا دی گئی[۵۵]۔

۲۔ سورۃ العنکبوت میں مشرکین کے خداؤں کی کمزوری کی مثال مکڑی کے جالے سے دینے کے بعد ارشاد فرمایا ہے کہ ہم ایسی واضح مثالیں لوگوں کی فہمائش کے لئے بیان کرتے ہیں لیکن ان کو وہی لوگ سمجھتے ہی جو علم رکھتے ہیں۔

وتلک الامثال نضربها للناس وما یعقلها الا العٰلمون[۵۷]۔

ان آیات سے ظاہر ہوتا ہے کہ مثالوں کا سمجھنا اور واقعات سے عبرت حاصل کرنا اسی وقت ممکن ہے کہ ایک چیز کے حسن و قبح کو دوسری چیزوں کے سامنے رکھ کر موازنہ کیا جائے جیسا کہ قیاس میں ہوتا ہے[۵۸]۔ اس کے علاوہ

۳۔ قرآن مجید نے بعض نظائر کے ذریعے سے بھی اہل علم کو قیاس کی تعلیم دی ہے۔ سورہ الانعام میں حرام اشیاء کی تفصیل بیان کرتے ہوئے فرمایا ہے۔

قل لا اجد فی ما اوحی الی محرماً علی طاعم یطعمه الا ان یکون میتة او دما مسفوحاً اولحم خنزیر فانه رجس اوفسقا اهل بغیر الله به[۵۹]۔

اس آیت میں حصر کے ساتھ چار چیزوں کی حرمت بیان کی گئی ہے لیکن ساتھ ساتھ خنزیر کو ناپاک اور "مـا اهـل لغیـر اللـه" کو فسق قرار دیتے ہوئے ان کی حرمت کی علت بھی بیان کی گئی ہے۔ اسی طرح مردار اور دم مسفوح کی حرمت بھی علت پر مبنی ہے۔ چنانچہ خود قرآن نے سورۂ مائدہ میں انہی علتوں کی بنیاد پر چند اور چیزیں بھی محرمات کی فہرست میں شامل کی ہیں[۶۰]۔

۴۔ حرمت علیکم المیتة والدم ولحم الخنزیر وما اهل بغیر الله به والمنخنقه والموقوذة والمتردیة والنطیحة وما اکل السبع الا ماذکیتم وما ذبح علی النصب وان تستقسموا بالازلام ذلکم فسق[۶۱]۔

"یہاں علت کی بنا پر پانچ چیزوں کا الحاق میتہ کے ساتھ اور دو چیزوں کا الحاق مـا اهـل لغیـر اللـه کے ساتھ کیا گیا ہے۔ اور آگے علت بھی بیان کی گئی ہے "ذلـکـم فسـق" یعنی جیسے طبعی موت مرنے والا جانور شرعی طریقے سے ذبح نہ ہونے کی وجہ سے حرام ہے اسی طرح گلا کٹنے کی وجہ سے' گر کر اور سینگ لگنے کی وجہ سے مرنے والے جانور بھی حرام ہیں اور جیسے غیر اللہ کے نام پر ذبح کیا جانے والا جانور اعتقادی فسق کی وجہ سے حرام ہے اسی طرح وہ جانور بھی حرام ہے جسے آستانوں پر ذبح کیا گیا ہو یا شرکانہ طریقے سے اس پر جوئے کے تیر چلائے گئے ہوں[۶۲]۔

استحسان: حنفی مکتب فکر کے مطابق استحسان کا مفہوم یہ ہے کہ اگر کسی مسئلے کے ظاہری حالات کی بنا پر کوئی بات ذہن میں آتی ہے تو اس پر اکتفا نہ کیا جائے بلکہ گہرے غور و فکر کے بعد عمیق تر حقائق کے پیش نظر حکم دیا جائے۔ چنانچہ استحسان

سے کام لینے والے حنفی آئمہ محض ظاہری حالات کو کافی نہیں سمجھتے اور ایک عمیق ترتیب معلوم کرکے اس کی بنیاد پر احکام دیتے ہیں۔فرض کیجئے میں آپ میں سے کسی کے سپرد کچھ امانت کروں' کہ اسے فلاں کو پہنچادوں تو توقع یہی کی جائے گی کہ آپ وہی چیز منزل مقصود تک پہنچادیں گے۔آج کل ہمارے ڈاک خانوں سے منی آرڈر بھیجا جاتا ہے۔ایک رقم آپ ڈاکخانے کے سپرد کرتے ہیں' امانت کا عام اصول تو یہی ہے کہ وہی رقم پہنچائی جائے۔لیکن ڈاک کے موجودہ نظام کے مطابق آپ کی رقم سرکاری خزانے میں جمع ہوجاتی ہے اور منی آرڈر وصول کرنے والے کو متبادل رقم ادا کردی جاتی ہے اصل رقم تو بھیجنے کی ضرورت نہیں۔یہی استحسان کا مفہوم ہے (۶۳)۔

یعنی جب کسی مسئلے میں قیاس سے زیادہ قوی دلیل موجود ہو یعنی قرآن یا سنت کی نص یا اجماع تو فقہاء نے صریح قیاس ترک کرکے زیادہ قوی دلیل کے مطابق فتویٰ دیا ہے اور یہی استحسان کا مفہوم ہے (۶۴)۔

یہ امر لائق توجہ ہے کہ یہ حنفی مذہب کی خصوصیت ہے۔دوسرے فقہی مکاتب فکر کے لوگ اسے پسند نہیں کرتے (۶۵)۔

لیکن جو لوگ استحسان کو مانتے ہیں وہ قرآن وحدیثؐ سے دلائل دیتے ہیں۔مثلاً

<u>دلائل قرآنی:</u> الذین یستمعون القول فیتبعُون احسنه اولیک الذین هداهم الله واولیک هم اولو الالباب (۶۶) مولانا مودودیؒ نے اس آیت پر جو حواشی تحریر فرمائے ہیں۔وہ استحسان کے مفہوم کے قریب ترین ہیں۔اگرچہ مخالفین استحسان اس کا یہ جواب دیتے ہیں کہ آیت مذکورہ میں استحسان پر کوئی دلیل نہیں ہے۔مولانا موصوف فرماتے ہیں کہ ''اس آیت کے دو مطلب ہوسکتے ہیں۔ایک یہ کہ وہ ہر آواز کے پیچھے نہیں لگ جاتے بلکہ ہر ایک کی بات سن کر اس پر غور کرتے ہیں اور جو حق بات ہوتی ہے اسے قبول کرلیتے ہیں۔دوسرے یہ کہ وہ بات سن کر غلط معنی پہنچانے کی کوشش نہیں کرتے بلکہ اس کے اچھے اور بہتر پہلو کو اختیار کرتے ہیں (۶۷)

آیت میں ''فیتبعون احسنه'' سے مراد یہ ہے کہ احکام کے اندر مستور خیر اور حکمت کی پیروی کرتے ہیں۔یہی وہ تعبیر ہے جس کی بنیاد پر یہ کہا جاسکتا ہے کہ آیت زیر بحث میں استحسان پر دلیل موجود ہے۔

<u>استدلال:</u> استدلال مصدر ہے استدل کا۔جس کا معنی یہ ہے کہ اس نے دلیل تلاش کی اور حاصل کرلی۔ لیکن معنی مذکور کے علاوہ یہ لفظ علمی اصطلاح میں خاص دلیل عقلی کے معنوں میں مستعمل ہوا ہے۔''یعنی استدلال ایسی دلیل کو کہتے ہیں جو نہ نص ہو' نہ اجماع اور نہ قیاس ہو (۶۸)۔ اس مجمل اور مبہم تعریف میں استدلال کے بہت سے معانی اور قسمیں داخل ہیں۔جن میں ایک خاص قسم ''استصحاب حال'' ہے۔اس سے مراد یہ ہے کہ استصحاب حال کسی چیز کے وجود اور عدم وجود کو باقی رکھا جائے یہاں تک تبدیلی حالت ثابت نہ ہوجائے ''استصحاب'' کے لغوی معانی بھی باقی رکھنے کے ہیں (۶۹)۔مزید وضاحت یوں کی جاسکتی ہے کہ ''اگر کوئی چیز بوقت نزاع کسی خاص حالت میں موجود ہے تو اس کی اسی حالت کو درست سمجھا جائے اور اسی پر برقرار رکھا جائے گا۔جب تک اس کے خلاف کوئی دلیل قائم نہ

ہوجائے۔قرآن کریم میں اس اصول کا اطلاق قذف کے مسئلہ دلیل قرآنی میں ملتا ہے۔

سورہ نور میں ارشاد باری تعالیٰ ہے: والذین یرمون المحصنت ثم لم یاتوا باربعة شهداء فاجلدوهم ثمانین جلدة (۷۰)۔

''اور جو لوگ تہمت لگائیں پاک دامن عورتوں کو پھر چار گواہ نہ لاسکیں تو ایسے لوگوں کو اسی درّے لگادے''(۷۱)۔

یعنی چونکہ ان عورتوں کی عام شہرت پاک دامن ہونے کی ہے اوران کے چال چلن کے بارے میں معاشرے میں کوئی شکوک وشبہات نہیں پائے جاتے' اس لئے قانون کی نظر میں وہ پاک دامن ہی شمار ہوں گی اور اگر کوئی ان پر بدکاری کا الزام لگاتا ہے تو اس کا ثبوت اس کے ذمے ہے۔اور اس کے لئے اسے چار عینی گواہ پیش کرنا ہوں گے۔ورنہ اسے جھوٹا قرار دے کر اس پر قذف کی حد جاری کی جائے گی''(۷۲)۔

<u>استصلاح یا مصالح مرسلہ:</u> اس کا مفہوم یہ ہے کہ کسی حکم کو ایسے ضابطہ معنوی سے منسلک کردیا جائے جو مصلحت عامہ اور منشاء شریعت دونوں کے موافق ہو'یا بالفاظ دیگر ایسا اصول قائم کیا جائے جس میں رفاہ عامہ اور منشا شریعت دونوں کا لحاظ رکھا جائے اور اسی کے مطابق حکم لگایا جائے (۷۳)۔مصالح کا مقصد جلب شفقت اور دفع حرج یعنی فائدے کا حصول اور نقصان کو دور کرنا ہوتا ہے (۷۴)۔قرآن حکیم میں انسانی نفسیات اور ضرورتوں کے پیش نظر حالت و زمانہ کی رعایت کو ملحوظ رکھا گیا ہے۔قرآن حکیم کے طریق نزول کو ہی لیجئے یہ دفعتہً نازل نہیں ہوا بلکہ ۲۳ سال کی مدت میں حسب ضرورت و مصلحت بتدریج اس کا نزول ہوا ہے یعنی جیسی ضرورتیں پیش آئیں اور جس قسم کے مصالح کی رعایت ناگزیر ہوئی ان کی مناسبت سے احکام کا نزول ہوتا رہا (۷۵)۔قرآن حکیم میں بیان کردہ اصول نسخ کے ذریعہ احکام کے موقع ومحل متعین کرنے کی اجازت دی گئی ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ معاشرہ شریعت سازی کی بنیاد ہے اور احوال ومصالح عمارت تعمیر کرنے کے سامان ہیں (۷۶)۔احوال ومصالح کی اصل غرض وغایت آسانی پیدا کرنا ہے۔ لیکن یاد رہنا چاہیے کہ یہ رعایت عبادات سے متعلق نہیں بلکہ معاملات یعنی دنیاوی سے متعلق ہوتی ہے۔نیز یہ مصلحت عامہ روح شریعت کے مواقف ہوتا کہ دلائل شرعیہ کے مخالف نہ ہو' تیسری شرط یہ ہے کہ مصلحت عامہ کا تعلق ضرورت زندگی یا حاجیات (امور عامہ) نہ کہ کمالیات (نفسیات) سے (۷۷)۔

<u>قرآنی دلائل:</u> عصر اول کے مقابلہ میں اب فساد زیادہ پھیل گیا ہے جس کی بنیاد پر نئی نئی صورتیں پیدا ہوگئیں اور احکام میں اختلاف ہوگیا ہے۔اگر اس کا لحاظ نہ کیا گیا تو ضرر لازم آئے گا اور ان تمام اصولوں کی خلاف ورزی ہوگی جن میں دفع حرج وضرر کی تاکید ہے۔مولانا محمد تقی امینی دوسری دلیل بیان کرتے ہیں۔''سیاست شرعیہ کے فیصلے مصلحت کے تحت آتے ہیں اور وقت ضرورت مصلحت کا اعتبار شریعت کی کل پالیسی کے مطابق ہے۔نیز مولانا فرماتے ہیں

''حالات وضرورت کے لحاظ سے احکام میں فرق واختلاف قرآن وسنت سے ثابت ہے چنانچہ بہت سے معاملات محض

ضرورت کی بناپر عام قاعدے سے مستثنیٰ کر کے جائز کیے گئے ہیں۔ مثلاً عرایا' مساقاۃ اور قراض وغیرہ (۷۸)۔

قرآن حکیم رفع حرج وضرر کے بارے میں متعدد آیات میں اشارے ملتے ہیں۔ چند ایک آیات ملاحظہ فرائیں۔ سورۃ بقرہ میں ارشاد ہے: یرید اللہ بکم الیسر و لا یرید بکم العسر (۷۹)

سورۃ النساء میں فرمایا: یرید اللہ ان یخفف عنکم (۸۰)

تیمم کا حکم بیان کرنے کے بعد فرمایا: مایرید اللہ لیجعل علیکم من حرج (۸۱)

وراثت کی تقسیم کے ضمن میں ارشاد ہوا: لاتدرون ایھم اقرب لکم نفعا (۸۲)

کھانے پینے میں حرام اشیاء کے ذکر کے بعد فرمایا: فمن اضطر غیر باغ و لا عاد فلا اثم علیه (۸۳)

قصاص کے قانون کی حکمت بیان کرتے ہوئے فرمایا ولکم فی القصاص حیوۃ یا اولی الالباب (۸۴)

سورۃ البقرہ میں دیت کا حکم دیتے ہوئے فرمایا: ذلک تخفیف من ربکم و رحمه۔ (۸۵)

بچے کی رضاعت کے احکام بیان کرتے ہوئے فرمایا: لاتضار والدۃ بولدھا و لا مولود له بولده (۸۶)

دس گنا دشمن کے مقابلے میں میدان جنگ میں ٹھہرنے کے حکم کو منسوخ کر کے فرمایا:

الان خفف اللہ عنکم وعلم ان فیکم ضعفا (۸۷)۔

ماقبل کی شرطیں: فقہ اسلامی کا ایک ماخذ اسلام سے پہلے کی شریعتیں ہیں' یہاں ایک بنیادی سوال یہ موجود ہے کہ آیا شریعت اسلامی نے پچھلی شریعتوں کو منسوخ کیا ہے یا نہیں؟ ظاہر ہے کہ پچھلی شریعتیں شریعت اسلامی سے منسوخ ہو چکی ہیں' سوائے ان احکام کے جنہیں شریعت اسلامی نے برقرار رکھا ہے (۸۸)۔

اور ان کے منسوخ ہونے پر قرآن میں کوئی قرینہ نہیں وہ ہی فقہ اسلامی میں حجت تسلیم کیے گئے ہیں (۸۹)۔

قرآنی دلائل: قرآن میں اس کے دلائل موجود ہیں۔ سورۃ الانعام میں ارشاد فرمایا ہے: اولئک الذین هدی اللہ فبهدهم اقتده (۹۰)۔

اس آیت کے پس منظر میں اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم' اسحاق' یعقوب' نوح' داؤد' سلیمان' ایوب' یوسف' موسیٰ اور ہارون علیہم السلام کا ذکر فرمایا ہے۔ بعدازاں فرمایا ہے کہ ہم نے ان کو کتاب اور نبوت عطا کی تھی۔ یہ لوگ اللہ کی طرف سے ہدایت یافتہ تھے۔ آپ بھی انہی کے راستے پر چلیں (۹۱)۔ ان آیات سے پتہ چلتا ہے کہ ان انبیاء کی شریعتوں کے جو حکم اللہ نے منسوخ نہیں فرمائے۔ وہ فقہ اسلامی کی بنیاد بن سکتے ہیں۔ حضرت ابراہیمؑ کی شریعت کے بارے میں خاص طور پر فرمایا۔ ثم اوحینا اولئک ان اتبع ملة ابراهیم حنیفا (۹۲)۔

حق تعالیٰ نے جو شریعت و احکام حضرت ابراہیم علیہ السلام کو عطا فرمائے تھے۔ خاتم الانبیاء ﷺ کی شریعت بھی بعض خاص احکام کے علاوہ اس کے مطابق رکھی گئی (۹۳)۔ ان آیات کے حوالہ سے یہاں یہ بات قابل غور ہے کہ یہاں تمام

زرعی اور جزوی احکام میں انبیاء سابقین کا طریق کار اختیار کرنے کا حکم نہیں' بلکہ اصول دین' توحید' رسالت آخرت میں ان کا طریق کار اختیار کرنا مقصود ہے۔ باقی فروعی احکام جن میں کوئی تبدیلی نہیں کی گئی' ان میں بھی طریقہ کار مشترک رہا اور جن میں حالات کے بدلنے کی وجہ سے بتقاضائے وقت وحکمت کوئی دوسرا حکم دیا گیا اس کی تعمیل کی گئی"[۹۴]۔

وکتبنا علیھم فیھا ان النفس بالنفس والعین بالعین والانف بالانف والاذن بالاذن والسن بالسن والجروح قصاص[۹۵]۔

اور ہم نے ان (یہود) پر اس (توراۃ) میں یہ بات فرض کی تھی کہ اگر کوئی کسی کو ناحق عمداً قتل کرے یا زخمی کرے اور صاحب حق دعویٰ کرے تو جان کے بدلے جان' آنکھ کے بدلے آنکھ' ناک کے بدلے ناک' کان کے بدلے کان' اور دانت کے بدلے دانت کے اسی طرح خاص زخموں میں بھی بدلہ ہے[۹۶]۔ آیت ۴۸ میں حضورﷺ کو خطاب فرمایا گیا ہے کہ ہم نے آپ پر قرآن نازل کیا ہے' جو اپنے سے پہلی کتابوں تورات وانجیل کی تصدیق بھی کرتا ہے۔ اور ان کا محافظ بھی ہے۔ اور آج تورات وانجیل کی اصل تعلیمات قرآن ہی کے ذریعہ دنیا میں باقی ہیں[۹۷]۔

ان آیات کی تفسیر سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اسلام میں تو یہود کے اس حکم کو باقی رکھا ہے۔ جس سے ثابت ہوتا ہے کہ سابقہ شریعتوں کے بعض احکام فقہ اسلامی کا ماخذ قرار دیئے جاسکتے ہیں۔ اسی طرح بعض اہل علم نے مرتد کے لئے قتل کی سزا پر سورۃ بقرہ میں بنو اسرائیل کے واقعہ سے استدلال کیا ہے۔ جب انہوں نے بچھڑے کی پوجا کی تو اللہ تعالیٰ نے سزا کے طور پر حکم دیا: فاقتلوا انفسکم[۹۸]۔ مولانا مفتی محمد شفیعؒ نے اس آیت پر یہ تفسیر فرمائی ہے۔

''ان کی توبہ کے لئے یہ طریق تجویز فرمائی کہ مجرم لوگ قتل کئے جائیں' جیسا ہماری شریعت میں بھی بعض گناہوں کی سزا باوجود توبہ کے بھی قتل و جان ستانی مقرر ہے۔ مثلاً قتل عمد کے عوض قتل اور ثبوت زنا بالشہادت پر رجم[۹۹]۔ اس تشریح سے معلوم ہوتا ہے کہ سابقہ شریعتوں میں بعض احکام اسلامی فقہ کے ماخذ تصور کئے جاتے ہیں۔

<u>تعامل:</u> صحابہؓ کا تعامل حجت ہے اور اس سے مراد رسول اللہﷺ کا عمل درآمد ہے فقہاء نے قانون کے مرحلہ میں اس سے بہت استفادہ کیا ہے اور اس کو ''سنت'' میں شمار کر کے بطور ماخذ استعمال کیا ہے۔ موالک کے نزدیک تعامل اہل مدینہ تشریع دفعہ اسلامی کا چوتھا ماخذ ہے۔ تعامل سے فقہائے مدینہ کا تعامل مراد ہے لیکن مشہور یہ ہے کہ فقیہ اور غیر فقیہ کی اس میں کوئی قید نہیں ہے۔ جس امر پر بھی مدینہ کے لوگ جمع ہو جائیں وہ حجت ہے[۱۰۰]۔ اس کی دلیل یہ دی جاتی ہے کہ چونکہ مدینہ میں آنحضرت کی زندگی کے تیرہ برس گزرے ہیں' اسلام نے یہیں تقنین واحکام کی پہلی اینٹ رکھی ہے' اور یہیں اس نے تکمیل واتمام کی عملی منزلیں طے کی ہیں اس لئے یہاں اہل مدینہ جس قدر دین کے مزاج شناس ہوسکتے ہیں' دوسرے نہیں اور مسائل دینیہ میں جتنا ان کا عمل لائق اعتماد ہوسکتا ہے' دوسروں کا نہیں[۱۰۱]۔ لیکن ایک طبقہ علماء مدینہ والوں کی اس خصوصیت کو تسلیم نہیں کرتا[۱۰۲]۔ شاہ ولی اللہ نے بھی اہل مدینہ کی اس خصوصیت کا ذکر کیا ہے[۱۰۳]۔

''جب صحابہؓ اور تابعین کے اقوال کسی مسئلہ میں مختلف ہوتے تھے تو پھر عالم کے نزدیک اپنے مشائخ کا مذہب پسندیدہ ہوتا تھا۔........ اسی واسطے اہل مدینہ کے نزدیک حضرت عمرؓ حضرت عثمانؓ عبداللہ بن عمرؓ حضرت عائشہؓ عبداللہ بن عباسؓ زید ابن ثابت کا مذہب اوران کے اصحاب مثل سعید ابن مسیب جن کو حضرت عمر کے فیصلے اور ابوہریرہ کی احادیث خوب محفوظ تھیں اور مثل عروہ سالم عطا ابن یسار قاسم عبیداللہ بن عبداللہ زہری یحییٰ بن سعید زید ابن اسلم اور ربیعہ کا مذہب اختیار کرنا دوسروں کی نسبت زیادہ بہتر ہے۔ کیونکہ نبی ﷺ نے مدینہ کے فضائل بیان فرمائے ہیں اور ہر زمانہ میں علماء وفقہاء کا مرکز رہا ہے[(۱۰۴)]۔ شاہ ولی اللہ نے حجۃ اللہ البالغۃ میں ہی حضور کا یہ فرمان بھی نقل فرمایا ہے کہ ''عنقریب لوگ تحصیل علم کے لئے سفر کریں گے۔ لیکن مدینہ کے عالم سے زیادہ کسی کو واقف نہ پائیں گے[(۱۰۵)]۔''

مسلمہ شخصیتوں کی آراء: شاہ ولی اللہ کے اس فرمان سے بھی یہ بات واضح ہوتی ہے کہ تعامل مدینہ میں صحابہؓ کے علاوہ تابعین کے اقوال، فتاویٰ، ثالثی وعدالتی فیصلے، سرکاری وغیر سرکاری ہدایات کو فقہ اسلامی کی تشکیل میں بنیاد بنایا جاسکتا ہے۔ لیکن مرکزی حیثیت مرویات صحابہ کو ہی حاصل ہوگی۔ حضورؐ نے ان کے بارے میں فرمایا ہے۔

''میرے صحابہ مثل ستاروں کی ہیں ان میں سے جن کی اقتداء کرلوگے ہدایت مل جائے گی'' قرآن مجید میں متعدد آیات مناقب صحابہؓ کے بارے میں نازل ہوئی ہیں۔ سورۃ البقرہ میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ واذا قیل لھم امنوا کما امن الناس[(۱۰۶)]۔''

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے حضرات صحابہ کرامؓ کے ایمان کی تعریف اور قبولیت کا اعلان فرمایا ہے، حافظ محمد اقبال رنگونی نے اپنے مضمون ''مناقب صحابہؓ'' ''قرآن کے آئینہ میں'' تفسیر عزیزی کے حوالہ سے یہ لکھا ہے

''یعنی جس طرح حضرت ابوبکر وحضرت عمر وحضرت عثمان وعلی رضوان اللہ علیہم کا ایمان ہے اسی طرح کا ایمان مطلوب ہے[(۱۰۷)]۔'' شاہ ولی اللہ نے ''مناقب'' کے بارے میں حضرت ابوبکرؓ کے بارے میں لکھا ہے کہ ''وہ جنت کے تمام دروازوں سے بلائیں جائیں گے۔ حضرت عمرؓ کے بارے میں فرمان نبوی منقول ہے کہ ''میری امت میں اگر کوئی محدث ہے تو وہ عمر ہے''[(۱۰۸)]۔ سورۃ بقرہ ہی میں یہ آیت قابل توجہ ہے۔

فان امنوا بمثل ما امنتم به فقد اهتدوا[(۱۰۹)]۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے نجات وفلاح کا ایک اصول بیان فرما کر صحابہ کرامؓ کے ایمان کو معیار بتلایا کہ اگر کفار ومشرکین اور یہود ونصاریٰ اس بات کے خواہش مند ہیں کہ ابدی کامیابی کے مستحق ہوجائیں تو انہیں چاہیے کہ صحابہ کرام کے ایمان کی طرح ایمان لے آویں تو ہدایت حاصل ہوجائیگی۔ معلوم ہوا کہ صحابہ کرامؓ معیار حق ہیں[(۱۱۰)]۔

(جاری ہے)